جماعتِ احمدیہ یعنی قادیانیوں کے فکری و اخلاقی انحرافات اور پردۂ خفا میں پنہاں غلاظتوں پر مشتمل ایک جامع اور دستاویزی تحریر

قادیانیت کے سو مولوی

مفتی مبشر شاہ

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

قادیانیت کے سور مولوی

یہ پوری تقریر قادیانیوں کے اپنے دو نمبر خلیفہ کی زبان سے جماعتِ قادیانیہ کے تعلیمی، فکری اور تبلیغی ڈھانچے کا وہ اندرونی پوسٹ مارٹم ہے جس کی مثال خود قادیانی لٹریچر میں بھی کم ملتی ہے۔ اس خطاب میں نہ کسی مخالف کی الزام تراشی ہے، نہ کسی مسلمان عالم کی تنقید، بلکہ خود قادیانیت کے مرکزی منصب پر فائز شخص اپنی ہی تیار کردہ "روحانی فیکٹری" کی پیداوار کو بے نقاب کر رہا ہے۔

اس تقریر کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ جامعہ احمدیہ ایسے افراد تیار کر رہا ہے جو وسعتِ فکر سے عاری، شعورِ زمانہ سے نابلد، تعمیری صلاحیت سے خالی اور محض رٹی رٹائی دلیلوں کے محافظ ہیں۔ خلیفہ خود اعتراف کرتا ہے کہ یہ مربی نہ دنیا کو سمجھتے ہیں، نہ حالات کا تجزیہ رکھتے ہیں، نہ کسی واضح منصوبہ بندی کے اہل ہیں، بلکہ "کنویں کے مینڈک" بن کر ایک محدود دائرے میں قید کر دیے گئے ہیں۔

خطاب کا سب سے چونکا دینے والا پہلو یہ ہے کہ انہی مربیوں اور مولویوں کو، جنہیں جماعت اپنی "تبلیغی ریڑھ کی ہڈی" کہتی ہے، خود خلیفہ کبھی ملو نٹے کہتا ہے، کبھی مسجد کے کنگال مولوی، اور کبھی ان کے طرزِ عمل کو سور کے حملے سے تشبیہ دیتا ہے۔ یہ تشبیہات وقتی جذبات نہیں بلکہ ایک فکری فیصلہ ہیں، جو بتاتے ہیں کہ قادیانی قیادت کی نظر میں ان کے اپنے مولوی عقل، حکمت اور دور اندیشی سے محروم ہیں۔

یہ تقریر اس حقیقت کو بھی واضح کرتی ہے کہ قادیانیت کا وجود کسی عالمی اصلاحی مشن کے تحت نہیں بلکہ محض مسلمانوں کے عقیدۂ ختمِ نبوت اور حیاتِ مسیح کے ردِّ عمل میں کھڑا کیا گیا۔

خود خلیفہ کے الفاظ کے مطابق اگر چند مولوی یہ عقائد نہ رکھتے تو نہ مسیح موعود کی ضرورت تھی، نہ اس جماعت کے قیام کی۔ یہ اعتراف قادیانیت کی فکری بنیاد کو از خود مشکوک بنا دیتا ہے۔

مجموعی طور پر یہ خطاب قادیانی نظامِ تعلیم، قادیانی مولویت اور قادیانی تبلیغ پر ایک خود نوشتہ فردِ جرم ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ جماعت نے بااخلاص مگر غیر تربیت یافتہ، جذباتی مگر غیر مدبر، اور ہمت والے مگر عقل سے خالی افراد پیدا کیے، جن کی وجہ سے خود خلیفہ کے بقول جماعت ترقی نہیں کر رہی۔

یہ ابتدائی گفتگو اس لئے ضروری تھی تا کہ قاری سمجھ سکے کہ آنے والے ابواب میں ہم کسی بیرونی الزام یا مخالفانہ تعبیر پر بات نہیں کریں گے، بلکہ خود قادیانی خلیفہ کی زبان اور تحریر سے قادیانی مولویت کا اصل چہرہ دکھایا جائے گا۔ آئندہ، ان شاء اللہ، اسی تقریر کے ہر نکتے کو الگ الگ لے کر یہ واضح کیا جائے گا کہ قادیانیت اپنے ہی بیانیے میں کس طرح اپنے مولویوں کو فکری، اخلاقی اور عملی طور پر رسوا کرتی ہے۔

اب ہم قادیانی خلیفہ کی تقریر کا متن اقتباسات کی صورت میں پیش کر رہے ہیں اور رفتہ رفتہ یہ سلسلہ آگے بڑھتا جائے گا:

جامعہ احمدیہ کے مربی جیسے کنویں کے مینڈک:

مجھے نہایت ہی افسوس سے معلوم ہوا کہ جامعہ احمدیہ میں جو طلباء تعلیم پاتے ہیں انہیں کنوؤں کے مینڈکوں کی طرح رکھا گیا ہے۔ ان میں کوئی وسعت خیال نہ تھی، ان میں کوئی شاندار امنگیں نہ تھیں اور ان میں کوئی روشن دماغی نہ تھی میں نے کرید کرید کر ان کے دماغ میں داخل ہونا چاہا مگر مجھے چاروں طرف سے ان کے دماغ کا رستہ بند نظر آیا اور

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 36)

اس اقتباس میں قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ نے خود اپنے تیار کردہ مربیوں کی فکری حالت پر نہایت سخت، تحقیر آمیز اور فیصلہ کن تبصرہ کیا ہے۔ ”کنویں کے مینڈک“ کی تمثیل محض جذباتی جملہ نہیں بلکہ ایک مکمل فکری تشخیص ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جامعہ احمدیہ کے طلبہ کو دانستہ طور پر ایک محدود، بند اور تنگ ذہنی ماحول میں رکھا گیا، جہاں نہ وسعتِ نظر پیدا ہونے دی گئی، نہ بلند امنگیں، اور نہ ہی فکری روشنی۔ مقرر یہ اعتراف کرتا ہے کہ اس نے بار بار ان کے ذہنوں میں جھانکنے کی کوشش کی مگر ہر طرف راستہ بند پایا، یعنی سوال، تنقید، تحقیق اور تخلیقی سوچ کی صلاحیت سرے سے مسدود کر دی گئی تھی۔ یہ بات نہ کسی مخالف نے کہی، نہ کسی مولوی نے، بلکہ خود قادیانی نظام کے سربراہ نے اپنی جماعت کے تعلیمی ادارے اور اس کے فارغ التحصیل مربیوں کے بارے میں کہی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانیت کا تعلیمی ڈھانچہ افراد کو آزاد، باشعور اور وسیع النظر انسان بنانے کے بجائے ایک خاص بیانیے کا اسیر بناتا ہے، جہاں سوچ کی حدیں پہلے سے مقرر ہوتی ہیں اور ان سے باہر دیکھنا جرم سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ جب آج قادیانی حلقے دوسروں پر تنگ نظری یا جمود کا الزام لگاتے ہیں تو یہ اقتباس خود ان کے اپنے داخلی اعتراف کے طور پر کھڑا ہو جاتا ہے، جو ثابت کرتا ہے کہ فکری تنگی، ذہنی جمود اور وسعتِ خیال کی کمی دراصل قادیانی نظامِ تربیت کی اپنی پیداوار ہے، نہ کہ اس کے مخالفین کی۔

وفات مسیح کی آیات رٹنے والے تخریب کار مربی:

مجھے معلوم ہوا کہ سوائے اس کے کہ انہیں کہا جاتا ہے کہ وفات مسیح کی یہ یہ آیتیں رٹ لو یا نبوت کے مسئلہ کی یہ دلیلیں یاد کرلو، انہیں اور کوئی بات نہیں سکھائی جاتی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا کام اتنا ہی ہے کہ کچھ لوگ خرابی کریں اور ہم اسے مٹا دیا کریں گویا خدا کے پاس نعوذ باللہ

تعمیری کام کوئی نہیں اگر ہے تو تخریبی کام ہی ہے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 36)

اس اقتباس میں قادیانیوں کے اپنے خلیفہ نے جامعہ احمدیہ کے مربیوں اور نظامِ تعلیم پر جو تبصرہ کیا ہے وہ نہایت سنگین اور فیصلہ کن ہے، کیونکہ یہاں کسی مخالف عالم یا سنی ناقد کی بات نہیں بلکہ جماعت کے سربراہ کی داخلی گواہی سامنے آتی ہے۔ وہ صاف لفظوں میں اعتراف کر رہا ہے کہ جامعہ احمدیہ میں طلبہ کو محض چند مخصوص آیات اور نبوت سے متعلق دلائل رٹا دیے جاتے ہیں اور اس کے سوا کوئی فکری، علمی یا تعمیری تربیت نہیں دی جاتی۔ اس کا منطقی نتیجہ خود وہ یہ نکالتا ہے کہ اس طرزِ تعلیم کا مقصد تعمیر نہیں بلکہ محض ردِّ عمل ہے، یعنی کہیں کوئی مسئلہ کھڑا ہو تو اس کا جواب گھڑ لیا جائے، گویا جماعت کا پورا وجود صرف دوسروں کو کاٹنے اور مٹانے کے لیے ہے، نہ کہ انسانیت یا دین کی کوئی مثبت خدمت کرنے کے لیے۔

یہاں سب سے زیادہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ خلیفہ خود اس طرزِ فکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے والے کسی تعمیری منصوبے کے منافی قرار دے رہا ہے اور نعوذ باللہ کے الفاظ استعمال کر کے اس ذہنیت کی قباحت کو واضح کر رہا ہے۔ یعنی اس کے نزدیک بھی یہ تصور کہ خدا کا کام صرف تخریب ہو سکتا ہے، ایک خطرناک اور گمراہ کن سوچ ہے، مگر اس کے باوجود وہ اعتراف کرتا ہے کہ جامعہ احمدیہ میں یہی سوچ عملاً پیدا کی جا رہی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی مربیوں کی تیاری ایک محدود، منفی اور ردّی ذہن کے تحت کی جاتی ہے جہاں نہ وسعتِ علم ہے، نہ اخلاقی و فکری تعمیر، بلکہ صرف مخصوص نظریاتی دفاع۔

یہ اقتباس اس دعوے کی جڑ کاٹ دیتا ہے کہ قادیانی مربی کوئی ہمہ جہت دینی رہنما یا مصلح ہوتے ہیں، کیونکہ خود ان کا خلیفہ انہیں "تخریب کار" ذہنیت کا حامل ثابت کر رہا ہے۔ چنانچہ اگر آج قادیانی مولوی دوسروں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے اپنے

اس داخلی اعتراف کا سامنا کرنا چاہیے جو ان کے اپنے لٹریچر میں محفوظ ہے، اور جو یہ بتاتا ہے کہ مسئلہ باہر نہیں بلکہ خود ان کے تربیتی نظام کے اندر رہے۔

جامعہ احمدیہ کے کمینہ خیال قادیانی مولوی:

اور پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر چند مولوی یہ خیال نہ گھڑ لیتے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے یا چند مولوی یہ خیال نہ پھیلا دیتے کہ مسیح ناصری آسمان پر زندہ موجود ہیں تو نہ مسیح موعود کی ضرورت تھی اور نہ سلسلہ احمدیہ کے قیام کی۔ گویا ہماری جماعت صرف چند مولویوں کے ڈھکوسلوں کو دور کرنے کے لئے دنیا میں قائم ہوئی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا اس سے زیادہ ذلیل، اس سے زیادہ ادنی، اس سے زیادہ رُسواکن اور اس سے زیادہ کمینہ خیال بھی دنیا میں کوئی اور ہو سکتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 36)

اس اقتباس میں قادیانی دو نمبر خلیفہ جامعہ احمدیہ کے طلباء اور وہاں کے بعض مولویوں پر انتہائی سخت تنقید کر رہے ہیں۔ ان کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں یہ افراد نہ صرف محدود فکری صلاحیت کے حامل ہیں بلکہ ان کے اعمال اور عقائد جماعت کی اصل تعلیمات کے برعکس ہیں۔

قادیانی خلیفہ کہتا ہے کہ چند مولوی اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے، یا یہ عقیدہ پھیلا دیتے ہیں کہ مسیح ناصری آسمان پر زندہ ہیں۔ ان کے مطابق، یہ خیالات اور نظریات نہ صرف سلسلہ احمدیہ کے قیام کی حقیقی ضرورت کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں بلکہ جماعت کی بنیادوں کو بھی کمزور کرتے ہیں۔ وہ واضح طور پر کہتے ہیں

کہ جماعت کا قیام صرف کچھ مولویوں کے غلط عقائد کو دور کرنے کے لیے نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ ایک اعلیٰ اور تعمیری مقصد کے لیے قائم ہونی چاہیے۔

خلیفہ کی تنقید میں یہ بات نمایاں ہے کہ وہ نہ صرف علمی اور فکری خامیوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں بلکہ اخلاقی اور عملی طور پر طلباء و مربیوں کی کمزوریوں کو بھی بے نقاب کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ لوگ" ذلیل، ادنی، رُسوا کن اور کمینہ خیال" ہیں، یعنی جماعت کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے معیار پر پورا نہیں اترتے اور اپنی تعلیمی ذمہ داریوں کو ناقص طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔

یہ اقتباس جماعت کے اندرونی مسائل اور کمزور تعلیمی و فکری نظام کی عکاسی کرتا ہے اور اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خلیفہ خود طلباء اور مربیوں کی تربیت پر شدید تحفظات رکھتے ہیں۔ اس کی روشنی میں قاری کو یہ سمجھنا چاہیے کہ قادیانی جماعت میں علمی تربیت اور حقیقی فکری وسعت کی کمی ایک بنیادی مسئلہ ہے، اور خلیفہ نے اسے کھل کر بیان کیا ہے۔

جامعہ احمدیہ کے تیار کردہ ملونٹے (مولوی):

> پس یہ عالم ہیں جنہیں جامعہ تیار کر رہا ہے اور یہ مبلغ ہیں جنہیں احمدیت کی تبلیغ کے لئے تعلیم دی جارہی ہے۔ حالانکہ یہ ویسے ہی مسجد کے ملنٹے ہیں جن کو مٹانے کے لئے یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔
>
> (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 36)

اس اقتباس میں قادیانی خلیفہ نے جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل علماء اور مبلغین پر ایک بار پھر سخت تنقید کی ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ جو افراد جامعہ میں تعلیم حاصل کر کے تبلیغ کے لیے بھیجے جاتے ہیں، وہ حقیقت میں علم اور فکری استعداد کے لحاظ سے ناقص ہیں۔ ان کے مطابق، یہ لوگ "مسجد کے ملونٹے" بن کر رہ جاتے ہیں اور ان میں کوئی نیا یا تعمیری

کردار نہیں۔

خلیفہ کا کہنا ہے کہ جماعت احمدیہ کا قیام، اپنی اصل تعلیمات کے مطابق، دنیا میں نیکی، اصلاح اور حق کی تبلیغ کے لیے ہونا چاہیے، لیکن موجودہ تربیت یافتہ قادیانی علماء اور مبلغین اس اعلیٰ مقصد کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ صرف موجودہ نظام کو برقرار رکھتے ہیں اور اصل میں ملونٹے یعنی روایتی، بے اثر اور غیر تخلیقی کردار ادا کرتے ہیں۔

اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلیفہ خود جماعت کے اندر تعلیم و تربیت کے نظام پر شدید تحفظات رکھتے ہیں اور انہیں یہ تشویش ہے کہ طالب علموں کی ناقص تربیت کی وجہ سے جماعت کے اہم اور ضروری کام متاثر ہو رہے ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قادیانی مبلغ صرف رسمی طور پر تبلیغ کرتے ہیں لیکن حقیقی معنوں میں اصلاح اور تعمیری کردار ادا کرنے کے قابل نہیں۔

الفضل قادیانی اخبار پڑھنے کی اہمیت:

میں نے عام طور پر لڑکوں سے سوال کر کے دیکھا اور مجھے معلوم ہوا کہ کثرت سے طالب علم ایسے ہیں جنہوں نے کبھی اخبار کو پڑھا ہی نہیں۔ کیا دنیا میں کبھی کوئی ڈاکٹر کام کر سکتا ہے جسے معلوم ہی نہیں کہ مرضیں کون کون سی ہوتی ہیں۔ میں نے تو حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے آپ راتوں کو بھی کام کرتے اور دن کو بھی کام کرتے اور اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ رکھتے۔ اسی تحریک کے دوران میں خود اکتوبر سے لے کر آج تک بارہ بجے سے پہلے کبھی نہیں سویا اور اخبار کا مطالعہ کرنا بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت مسیح موعود کو تو میں نے اس طرح دیکھا ہے کہ جب ہم سوتے اس وقت بھی آپ جاگ رہے ہوتے اور جب ہم جاگتے تو

اس وقت بھی آپ کام کر رہے ہوتے۔ جب انہیں پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے تو وہ دنیا میں کام کیا کر سکتے ہیں۔ میں نے جس سے بھی سوال کیا۔ معلوم ہوا کہ اس نے اخبار کبھی نہیں پڑھا

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 36)

اس اقتباس میں قادیانی خلیفہ ایک اور اہم پہلو کی طرف توجہ دلا رہے ہیں: طالب علموں اور مبلغین کی علمی اور معلوماتی قلت۔ وہ بتاتے ہیں کہ کثرت سے نوجوان طلباء نے کبھی الفضل قادیانی اخبار کا مطالعہ تک نہیں کیا، یعنی وہ اس تحریک اور دنیا میں جاری امور سے لاعلم ہیں۔ خلیفہ اس کو ایک ڈاکٹر کی مثال سے واضح کرتے ہیں کہ اگر کوئی ڈاکٹر مریضوں کی حالت و امراض سے بے خبر ہو تو وہ کیسے علاج کر سکتا ہے؟ بالکل اسی طرح، ایک مبلغ یا طالب علم جو اخبار نہیں پڑھتا، وہ سماجی، سیاسی اور دینی حقائق سے نابلد رہے گا اور اپنی تبلیغ یا اصلاحی ذمہ داری صحیح طریقے سے انجام نہیں دے سکتا۔

قادیانی خلیفہ مزید مرزا قادیانی کی شخصیت کی مثال دیتے ہیں کہ وہ رات دن کام کرتے، ہر وقت خبریں اور حالات سے باخبر رہتے، تاکہ اپنی اصلاحی اور تبلیغی ذمہ داری پوری کر سکیں۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ایک قادیانی مبلغ کے لیے علم و آگاہی، مسلسل محنت اور دنیا کی نبض سے باخبر رہنا لازمی ہے۔

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ قادیانی جماعت میں تعلیم و تربیت کے فقدان کی وجہ سے نوجوان تبلیغی شعبہ میں ناقص کارکردگی دکھا رہے ہیں، اور یہ اسی کمی کی بنیادی وجہ ہے کہ جماعت کی ترقی اور اثر پذیری محدود ہے۔

سور قادیانی مربی:

اور جب بھی میں نے ان کی امنگ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ

ہم تبلیغ کریں گے۔اور جب سوال کیا کہ کس طرح تبلیغ کرو گے تو یہ جواب دیا کہ جس طرح بھی ہو گا تبلیغ کریں گے۔یہ الفاظ کہنے والوں کی ہمت تو بتاتے ہیں مگر عقل تو نہیں بتاتے۔الفاظ سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمت رکھتا ہے مگر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کہنے والے میں عقل نہیں اور نہ وسعت خیال ہے۔جس طرح ہو گا تو سؤر کیا کرتا ہے۔اگر سؤر کی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تو کس طرح حملہ کرے گا تو وہ یہی کہتا کہ جس طرح ہو گا کروں گا۔بس سؤر کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ سیدھا چل پڑتا ہے آگے نیزہ لے کر بیٹھو تو وہ نیزہ پر حملہ کر دے گا، بندوق لے کر بیٹھو تو بندوق کی گولی کی طرف دوڑتا چلا آئے گا۔پس یہ تو سؤروں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے اور عواقب کا کوئی خیال نہ کیا

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 37)

اس اقتباس میں خلیفہ احمدیہ نے اپنی شدید تنقید کے ذریعے قادیانی مربیوں کی کمزوری اور ناقص تربیت کو بے نقاب کیا ہے۔وہ بتا رہے ہیں کہ جب بھی انہوں نے ان نوجوان مربیوں سے ان کے مقاصد و امنگوں کے بارے میں پوچھا تو ان کا جواب صرف یہ تھا کہ ہم تبلیغ کریں گے، اور جب پوچھا گیا کہ کس طرح تبلیغ کریں گے، تو جواب میں کوئی تفصیل یا حکمت عملی موجود نہیں تھی۔

خلیفہ نے اس رویے کو انتہائی تنقیدی انداز میں "سور" کی تشبیہ دی۔یعنی یہ مربی ایسے ہیں جیسے سور سیدھے آگے بڑھتا ہے، حملہ کرتا ہے اور حالات یا عواقب کا کوئی شعور نہیں رکھتا۔ نیزہ ہو یا بندوق، یہ صرف اپنے فطری عمل پر دوڑتے ہیں، بغیر کسی سوچ، تدبیر یا منصوبہ بندی

کے۔اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ان مربیوں میں نہ تو عقل وفہم ہے اور نہ وسعت خیال، بلکہ صرف اندھی تقلید اور خود کار عمل موجود ہے۔

یہ نقطہ جماعت کے لیے نہایت اہم ہے کیونکہ مربی اگر خود سوچ اور حکمت عملی کے بغیر صرف اندھا عمل کریں، تو طلباء اور مبلغین کی تربیت ناقص رہے گی اور تبلیغی کام مؤثر نہیں ہوگا۔خلیفہ اس تشبیہ کے ذریعے یہ بھی واضح کر رہے ہیں کہ ایسے مربی سور کی طرح ہیں جو صرف سیدھا چلتے ہیں اور اپنے ماحول یا اثرات کا کوئی حساب نہیں رکھتے، نتیجتاً جماعت کی ترقی رُک جاتی ہے اور نوجوان نسل کے دماغ وسوچ پر منفی اثر پڑتا ہے۔

یہ نکتہ ہمارے رسالہ میں قادیانی جماعت کی تربیتی ناکامی، مربیوں کی ناقص فہم اور تبلیغ میں وسعت خیال کی کمی کو واضح کرنے کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

یہاں ایک اہم اور دلچسپ پہلو نمایاں ہوتا ہے۔قادیانی جماعت میں عام طور پر یہ روایت قائم کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق قرار دیا جائے اور مولوی حضرات کو بندر، سور یا دیگر حیوانی تشبیہوں سے یاد کیا جائے۔لیکن جب ہم قادیانی خلیفہ کے بیان پر غور کرتے ہیں تو حقیقت ایک اور ہے۔خلیفہ نے خود واضح انداز میں کہا ہے کہ جامعہ احمدیہ کے مربی، مبلغ اور طلباء ایسے ہی ہیں جیسے سور اور بندر: سیدھے چل پڑتے ہیں، عقل و تدبیر سے عاری، اپنے عواقب کا کوئی حساب نہیں رکھتے اور صرف اندھی تقلید پر عمل کرتے ہیں۔

یعنی جو قادیانی لوگ مسلمانوں اور مولویوں کو طنز وتمسخر کا نشانہ بناتے ہیں، انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ تشبیہ ان کے اپنے رویے اور تربیت پر پہلے ہی صادق آتی ہے۔وہ لوگ جنہیں اپنے خلیفہ نے سور اور بندر کہا، وہ خود ہی وہی ہیں جو عقلمندی، وسعت خیال اور بصیرت کے فقدان کی وجہ سے اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔خلیفہ نے یہ تنقید نہ صرف طلباء کے بارے

میں کی بلکہ پورے تربیتی نظام، مربیوں اور مبلغین کے رویے پر بھی کی، اور واضح کیا کہ یہ لوگ اپنی تربیت اور ماحول کی وجہ سے حقیقت میں حیوانی طرزِ عمل اختیار کر چکے ہیں۔

لہٰذا، جو قادیانی دیگر مسلمین اور مولویوں پر طنز کرتے ہیں، انہیں سب سے پہلے اپنے خلیفہ کی نصیحت سننی چاہیے اور تسلیم کرنا چاہیے کہ بندر اور سور کی تشبیہ اب صرف ان کے لیے ہی صادق آتی ہے۔ اس میں یہ سبق بھی چھپا ہے کہ جماعت کے اندر اپنی تربیت، بصیرت اور سوچ پر نظر ڈالے بغیر باہر کی تنقید کرنا سراسر منافقت ہے۔

یہ نوٹ اس بات کو مزید واضح کرتا ہے کہ قادیانی جماعت کی تربیتی ناکامی اور اپنے اندر موجود حیوانی طرزِ عمل کی وجہ سے ہی اس کا نام "آسمان کے نیچے بدترین مخلوق" کے زمرے میں آتا ہے۔

ان سور مربیوں کی وجہ سے جماعت ترقی نہیں کر رہی:

> حالانکہ دل میں ارادے یہ ہونے چاہئیں کہ ہم نے دنیا میں کوئی نیک اور مفید تغیر کرنا ہے۔ مگر اس قسم کی کوئی امنگ میں نے نوجوانوں میں نہیں دیکھی اور اسی وجہ سے جتنے اہم اور ضروری کام ہیں وہ اس تبلیغی شعبہ سے پوشیدہ ہو گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جماعت ترقی نہیں کرتی۔ حالانکہ مبلغ کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا میں ایک آگ لگا دے۔ جہاں جائے وہاں دیا سلائی لگائے اور آگے چلا جائے۔ اگر مبلغ ایک جنگل کو صاف کرنے بیٹھے تو وہ اور اس کی نسلیں بھی ہزار سال میں ایک جنگل کو صاف نہیں کر سکتیں لیکن اگر وہ سوکھی لکڑیوں اور پتوں وغیرہ کو اکٹھا کر کے دیا سلائی لگاتا چلا جائے تو چند دنوں میں ہی تمام جنگل راکھ کا ڈھیر ہو جائے گا۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 37)

یہ اقتباس قادیانی جماعت کے اندرونی مسائل کی سنگینی کو بے نقاب کرتا ہے۔ خلیفہ یہاں واضح کر رہا ہے کہ جماعت کی ترقی نہ ہونے کی اصل وجہ ان مربیوں اور مبلغین کی کمزوری اور غیر عملی رویہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تربیت دے کر بھیجا جاتا ہے کہ وہ قادیانیت کی تبلیغ کریں، لیکن ان میں حقیقی جذبہ، بصیرت اور نیک نیتی موجود نہیں۔ وہ قادیانی تبلیغ کے عمل کو صرف الفاظ تک محدود رکھتے ہیں اور کسی تعمیری یا مثبت اثر کی سوچ نہیں رکھتے۔

قادیانی خلیفہ ایک بہترین مثال کے ذریعے یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اگر کسی کو کوئی نیک کام کرنا ہے تو چھوٹے چھوٹے اقدامات کر کے بھی بڑی تبدیلی لائی جا سکتی ہے، جیسے جنگل کی صفائی کے لیے پتوں اور سوکھی لکڑیوں کو اکٹھا کر کے آگ لگائی جائے تو چند دنوں میں جنگل راکھ کا ڈھیر بن جائے۔ اسی طرح، قادیانی مبلغ اگر ٹھوس اور عملی اقدامات کرے تو معاشرتی اصلاح کے لیے کم وقت میں بڑے نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ جامعہ احمدیہ کے مربی اور مبلغین اپنے کام کو صرف رسمی عمل سمجھ کر انجام دیتے ہیں، بغیر سوچے کہ ان کے اقدامات کا حقیقی اثر کیا ہوگا۔ نتیجتاً جماعت کی ترقی رک جاتی ہے، معاشرتی اثر کم ہو جاتا ہے اور قادیانی تبلیغی کوششیں محض دکھاوے کی حد تک محدود رہ جاتی ہیں۔

یہ اقتباس قادیانی جماعت کی ناکامی کا اصل سبب واضح کرتا ہے: نہ صرف تربیت ناکافی ہے بلکہ نوجوانوں اور مربیوں میں حقیقی جذبہ، بصیرت اور عملی عمل کی کمی بھی جماعت کی تقدیر پر سایہ ڈال رہی ہے۔

جامعہ احمدیہ کی ناقص تعلیم وتربیت:

پس مجھے نہایت ہی افسوس سے معلوم ہوا کہ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کی تعلیم نہایت ہی ناقص اور نہایت ہی ردی اور نہایت ہی ناپسندیدہ حالت میں ہے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 37)

یہ اقتباس قادیانی جماعت کے تعلیمی نظام کی سنگینی کو بے نقاب کرتا ہے۔ خلیفہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ میں جاری تعلیم نہایت ناقص، ردی اور ناپسندیدہ ہے۔ یعنی وہ نظام جو قادیانی نوجوانوں کو تربیت دینے، علمی و عملی مہارتیں سکھانے اور اخلاقی بصیرت فراہم کرنے کے لیے قائم کیا گیا تھا، وہ اپنے اصل مقصد میں ناکام ہے۔

یہاں افسوس کی بات یہ ہے کہ طلباء صرف رسمی طور پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں، لیکن ان کے اندر علم کی وسعت، سوچ کی وسعت، اور نیک مقصد کے لیے عملی صلاحیت پیدا نہیں ہو رہی۔ اس ناکافی اور ضعیف تعلیمی نظام کی وجہ سے نہ صرف نوجوان معاشرتی اور مذہبی ذمہ داریوں کے لیے تیار نہیں ہوتے بلکہ جماعت کی مجموعی ترقی اور تبلیغی اثرات بھی شدید متاثر ہوتے ہیں۔

خلیفہ کی یہ تنقید قادیانی جماعت کے اندرونی علمی و تربیتی بحران کو بے نقاب کرتی ہے اور یہ واضح کرتی ہے کہ اگر یہ نظام اسی طرح برقرار رہا تو جماعت کے نوجوان نہ محض عملی قابلیت سے محروم رہیں گے بلکہ جماعت کی مجموعی شبیہہ اور اثر پذیری بھی محدود رہ جائے گی۔

مربیوں کی مت ماردی گئی ہے:

اس میں شبہ نہیں کہ طالب علموں میں ایمان اور اخلاص نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ چنانچہ ایک طالب علم سے جب میں نے پوچھا کہ تم یہ سمجھ

لوکہ ہم نے جس امداد کا وعدہ کیا ہے ممکن ہے اتنا بھی نہ دے سکیں۔تو اس نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ دے رہے ہیں یہ تو احسان ہے اللہ تعالیٰ کی قسم آپ اس وقت کہیں کہ چین چلے جاؤ تو میں ٹوکری ہاتھ میں لے کر مزدوری کرتا ہوا روانہ ہو جاؤں گا۔یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ لڑکوں کی ذات میں اخلاص ہے مگر یہ اخلاص استاد تو پیدا نہیں کرتے یہ ماحول کا نتیجہ ہے ورنہ جو کام استادوں کا ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوا وہ ہیرے ہیں مگر بے کاٹے ہوئے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 38)

اس اقتباس میں خلیفہ احمدیہ نے طلباء کے اخلاص اور ایمان کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس تعلیمی و تربیتی نظام کی شدید خامیوں کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ایک طرف یہ واضح ہے کہ طلباء میں خالص ایمان، جذبہ اور محنت کرنے کا جذبہ موجود ہے، جیسا کہ وہ خود بھی رضا کارانہ طور پر کام کرنے کو تیار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ یقین دلاتے ہیں کہ جو کام بھی دیا جائے، اسے پوری لگن سے انجام دیں گے۔

مگر دوسری طرف، یہ اخلاص اور محنت استادوں یا تعلیمی ماحول کے ذریعے پیدا نہیں ہوئی، بلکہ یہ طلباء کی فطری صلاحیت اور ذاتی کردار کی بدولت ہے۔خلیفہ نے اس کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ یہ طلباء ہیرے ہیں مگر بے کاٹے ہوئے یعنی یہ خام، نا تراشی ہوئی صلاحیتیں ہیں جو استادوں کی رہنمائی اور نظام کی تربیت کے بغیر اپنے اصل ممکنہ معیار تک نہیں پہنچ پاتیں۔

یہ تنقید اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ کے استاد اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا نہیں کر رہے، اور اسی وجہ سے جماعت کے نوجوان تربیت اور

عملی قابلیت دونوں میں محدود رہ جاتے ہیں، حالانکہ ان میں جذبہ اور اخلاص کی کمی نہیں ہے۔اس اقتباس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جماعت کی کمزوری صرف طلباء میں نہیں بلکہ تعلیمی نظام اور اساتذہ کی تربیت کی ناکامی میں ہے۔

قادیانی مربی مسجد کے کنگال مولوی:

ہم نے مدرسہ اور جامعہ میں انہیں اس لئے بھیجا تھا کہ تا وہ ہیرے ہمیں کاٹ کر بھیجے جائیں مگر وہ پھر بے کٹے ہمارے پاس آگئے۔ یہ ایک اتنی بڑی کوتاہی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ سینکڑوں طالب علم ہیں جن کی زندگیاں تباہ کر دی گئیں اور انہیں ملو نٹے اور مسجد کے کنگال مولوی بنادیا گیا ہے۔نہ ان کے دماغوں میں کوئی تعمیری پروگرام ہے نہ ان کی آنکھوں میں عشق ہے اور نہ ان کے سینوں میں سلگتی ہوئی آگ ہے

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 38)

اس اقتباس میں خلیفہ احمدیہ نے جامعہ احمدیہ کے نظام تعلیم و تربیت کی سنگین خرابی کو نہایت واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ یہاں لفظ" مسجد کے کنگال مولوی" انتہائی طنزیہ اور تنقیدی انداز میں استعمال کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قادیانی طلباء عملی زندگی میں کوئی تعمیری کام کرنے کے قابل نہیں بن پاتے اور جماعت کے مقصد کو آگے بڑھانے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔خلیفہ نے یہ بھی اشارہ دیا کہ ان نو مربیان کے دماغوں میں وسعت خیال نہیں ہے۔ یہ تنقید ایک بڑی حقیقت کی عکاسی کرتی ہے کہ جماعت احمدیہ میں نوجوانوں کی تربیت اور تعلیم کے فقدان نے نہ صرف ان کی ذاتی صلاحیتوں کو ضائع کیا بلکہ جماعت کی ترقی اور اثر پذیری پر بھی منفی اثر ڈالا۔

شعبے کی طرف اپنی نگاہ دوڑاتا اور ہر شعبے سے اپنے لئے فوائد اخذ کرتا ہے۔ اسی لئے صوفیاء کرام نے انسان کو عالمِ صغیر کہا ہے اور گو ظاہری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہر انسان کو عالمِ صغیر کہا مگر درحقیت ان کی انسان سے مراد انسان کامل ہے۔ جس طرح ایک انچ کا شیشہ بھی اگر ایک وسیع باغ کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو اس باغ کے تمام پودے نہایت چھوٹے پیمانہ پر شیشے میں نمایاں ہو جاتے ہیں اور جس طرح سبزہ زار کو ظاہری طور پر دیکھ کر انسان لطف اندوز ہوتا ہے اسی طرح شیشہ میں دیکھ کر لطف اٹھا سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک مؤمن کی نگاہ تمام دنیا پر وسیع ہوتی ہے اس کا دماغ روشن اس کی عقل تیز اس کے حوصلے بلند، اس کی امنگیں شاندار اور اس کی خیال آرائیاں بہت اونچی ہوتی ہیں مگر مجھے نہایت ہی افسوس سے معلوم ہؤا کہ '' جامعہ احمدیہ'' میں جو طلباء تعلیم پاتے ہیں انہیں کنوؤں کے مینڈکوں کی طرح رکھا گیا ہے۔ ان میں کوئی وسعتِ خیال نہ تھی، ان میں کوئی شاندار امنگیں نہ تھیں اور ان میں کوئی روشن دماغی نہ تھی میں نے کُرید کُرید کر ان کے دماغ میں داخل ہونا چاہا مگر مجھے چاروں طرف سے ان کے دماغ کا رستہ بند نظر آیا اور مجھے معلوم ہؤا کہ سوائے اس کے کہ انہیں کہا جاتا ہے کہ وفات مسیح کی یہ یہ آیتیں رَٹ لو یا نبوّت کے مسئلہ کی یہ دلیلیں یاد کر لو، انہیں اور کوئی بات نہیں سکھائی جاتی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا کام اتنا ہی ہے کہ کچھ لوگ خرابی کریں اور ہم اسے مٹا دیا کریں گویا خدا کے پاس نَعُوْذُ بِاللّٰہِ تعمیری کام کوئی نہیں اگر ہے تو تخریبی کام ہی ہے۔ اور پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر چند مولوی یہ خیال نہ گھڑ لیتے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے یا چند مولوی یہ خیال نہ پھیلا دیتے کہ مسیح ناصری آسمان پر زندہ موجود ہیں تو نہ مسیح موعود کی ضرورت تھی اور نہ سلسلہ احمدیہ کے قیام کی۔ گویا ہماری جماعت صرف چند مولویوں کے ڈھکوسلوں کو دور کرنے کے لئے دنیا میں قائم ہوئی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا اس سے زیادہ ذلیل، اس سے زیادہ ادنیٰ، اس سے زیادہ رُسوا کن اور اس سے زیادہ کمینہ خیال بھی دنیا میں کوئی اور ہو سکتا ہے۔ پس یہ عالم ہیں جنہیں جامعہ تیار کر رہا ہے اور یہ مبلّغ ہیں جنہیں احمدیت کی تبلیغ کے لئے تعلیم دی جارہی ہے۔ حالانکہ یہ ویسے ہی مسجد کے ملّنٹے ہیں جن کو مٹانے کے لئے یہ سلسلہ قائم ہؤا ہے۔ میں نے عام طور پر لڑکوں سے سوال کر کے دیکھا اور مجھے معلوم ہؤا کہ کثرت سے طالب علم ایسے ہیں جنہوں نے کبھی اخبار کو پڑھا ہی نہیں۔ کیا دنیا میں کبھی کوئی ڈاکٹر کام کر سکتا ہے جسے معلوم ہی نہیں کہ مرضیں کون کون سی ہوتی ہیں۔ میں نے

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے آپ راتوں کو بھی کام کرتے اور دن کو بھی کام کرتے اور اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ رکھتے۔ اسی تحریک کے دوران مَیں خود اکتوبر سے لے کر آج تک بارہ بجے سے پہلے کبھی نہیں سویا اور اخبار کا مطالعہ کرنا بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو میں نے اس طرح دیکھا ہے کہ جب ہم سوتے اس وقت بھی آپ جاگ رہے ہوتے اور جب ہم جاگتے تو اس وقت بھی آپ کام کر رہے ہوتے۔ جب انہیں پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے تو وہ دنیا میں کام کیا کر سکتے ہیں۔ میں نے جس سے بھی سوال کیا۔ معلوم ہوا کہ اس نے اخبار کبھی نہیں پڑھا اور جب بھی میں نے ان کی امنگ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تبلیغ کریں گے۔ اور جب سوال کیا کہ کس طرح تبلیغ کرو گے تو یہ جواب دیا کہ جس طرح بھی ہو گا تبلیغ کریں گے۔ یہ الفاظ کہنے والوں کی ہمت تو بتاتے ہیں مگر عقل تو نہیں بتاتے۔ الفاظ سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمت رکھتا ہے مگر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کہنے والے میں عقل نہیں اور نہ وسعتِ خیال ہے۔ جس طرح ہو گا تو سؤر کیا کرتا ہے۔ اگر سؤر کی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تُو کس طرح حملہ کرے گا تو وہ یہی کہتا کہ جس طرح ہو گا کروں گا۔ بس سؤر کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ سیدھا چل پڑتا ہے آگے نیزہ لے کر بیٹھو تو وہ نیزہ پر حملہ کر دے گا، بندوق لے کر بیٹھو تو بندوق کی گولی کی طرف دوڑتا چلا آئے گا۔ پس یہ تو سؤروں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے اور عواقب کا کوئی خیال نہ کیا حالانکہ دل میں ارادے یہ ہونے چاہئیں کہ ہم نے دنیا میں کوئی نیک اور مفید تغیر کرنا ہے۔ مگر اس قسم کی کوئی امنگ میں نے نوجوانوں میں نہیں دیکھی اور اسی وجہ سے جتنے اہم اور ضروری کام ہیں وہ اس تبلیغی شعبہ سے پوشیدہ ہو گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جماعت ترقی نہیں کرتی۔ حالانکہ مبلّغ کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا میں ایک آگ لگا دے۔ جہاں جائے وہاں دیا سلائی لگائے اور آگے چلا جائے۔ اگر مبلّغ ایک جنگل کو صاف کرنے بیٹھے تو وہ اور اس کی نسلیں بھی ہزار سال میں ایک جنگل کو صاف نہیں کر سکتیں لیکن اگر وہ سوکھی لکڑیوں اور پتوں وغیرہ کو اکٹھا کر کے دیا سلائی لگاتا چلا جائے تو چند دنوں میں ہی تمام جنگل راکھ کا ڈھیر ہو جائے گا۔ پس مجھے نہایت ہی افسوس سے معلوم ہؤا کہ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کی تعلیم نہایت ہی ناقص اور نہایت ہی ردی اور نہایت ہی ناپسندیدہ حالت میں ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ طالب علموں میں ایمان اور اخلاص نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ چنانچہ ایک طالب علم سے جب میں نے

پوچھا کہ تم یہ سمجھ لو کہ ہم نے جس امداد کا وعدہ کیا ہے ممکن ہے اتنا بھی نہ دے سکیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ دے رہے ہیں یہ تو احسان ہے اللہ تعالیٰ کی قَسم آپ اس وقت کہیں کہ چین چلے جاؤ تو میں ٹوکری ہاتھ میں لے کر مزدوری کرتا ہؤا روانہ ہو جاؤں گا۔ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ لڑکوں کی ذات میں اخلاص ہے مگر یہ اخلاص استاد تو پیدا نہیں کرتے یہ ماحول کا نتیجہ ہے ورنہ جو کام استادوں کا ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہؤا وہ ہیرے ہیں مگر بے کاٹے ہوئے۔ ہم نے مدرسہ اور جامعہ میں انہیں اس لئے بھیجا تھا کہ تا وہ ہیرے ہمیں کاٹ کر بھیجے جائیں مگر وہ پھر بے کٹے ہمارے پاس آ گئے۔ یہ ایک اتنی بڑی کوتاہی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ سینکڑوں طالب علم ہیں جن کی زندگیاں تباہ کر دی گئیں اور انہیں ملونٹے اور مسجد کے کنگال مولوی بنا دیا گیا ہے۔ نہ ان کے دماغوں میں کوئی تعمیری پروگرام ہے نہ ان کی آنکھوں میں عشق ہے اور نہ ان کے سینوں میں سُلگتی ہوئی آگ ہے اگر آگ ہے تو دبی ہوئی مگر دبی ہوئی آگ کیا فائدہ دے سکتی ہے۔ بند ایمان کوئی فائدہ نہیں دے سکتا بلکہ وہی ایمان فائدہ دے سکتا ہے جو کُھلا ہو اور ایمان جب کُھلتا ہے تو انسان کو وسعتِ خیال حاصل ہو جاتی ہے۔ روز نئی نئی سکیمیں اسے سوجھتی ہیں، نئے سے نئے ارادے اور نئی سے نئی امنگیں اس کے دل میں موجزن ہوتی ہیں اور اگر امنگ پیدا ہو تو پھر وہ چُھپ نہیں سکتی بلکہ ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ بند ہنڈیا میں بھی اگر دھوآں جمع ہو جائے تو وہ دھوئیں کی وجہ سے اُچھلنے لگ جاتی ہے۔ پس ایک ہنڈیا دھوئیں سے اچھل سکتی ہے تو کیا مؤمن کے اندر اگر وسعتِ خیال اور اُمنگیں داخل ہو جائیں تو وہ نہیں اچھلے گا۔ ریل ایجاد ہوئی تو محض اسی بات سے کہ ایجاد کرنے والے نے ایک دن دیکھا کہ بند ہنڈیا دھوئیں سے اُچھل رہی ہے۔ اس کے ذہن میں معاً بات آئی اور اس نے ایک انجن بنایا جس میں دُھوآں بھر دیا اور وہ چلنے لگ گیا۔ تو بخارات بھی اگر بند ہوں تو ہنڈیا کو اچھال سکتے ہیں تو جس کے دل میں ایمان اور محبت کا دُھواں اُٹھ رہا ہو وہ کس طرح کم حوصلہ ہو سکتے ہیں۔ مگر میں نے جامعہ کے طالب علموں کو ایسا دیکھا کہ گویا وہ بڑے بڑے پتھروں کے نیچے دبے پڑے ہیں حالانکہ انہیں غباروں کی طرح اُڑنا چاہئے تھا اور بجائے اس کے کہ ہم کہتے جاؤ اور خدا کے دین کی تبلیغ کرو، وہ خود دیوانہ وار تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ مگر ان غریبوں نے جو ایمان پیدا کیا، مدرّسوں اور پروفیسروں نے اسے صیقل کرنے کی طرف دھیان ہی نہیں کیا اور میں یہ سمجھتا ہوں یہ سینکڑوں خون ہیں جو ان کی گردنوں پر رکھے جائیں گے۔ جس

عالم صغیر

کہا ہے۔ اور گو ظاہری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے ہر انسان کو عالم صغیر کہا ہے مگر در حقیقت ان کی

انسان سے مراد انسان کامل ہے

جس طرح ایک پنج کا شیشہ بھی اگر ایک وسیع باغ کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو اس باغ کے تمام پودے نہایت چھوٹے پیمانہ پر شیشے میں نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اور جس طرح سبزہ زار کو ظاہری طور پر دیکھ کر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ اسی طرح شیشہ میں دیکھ کر لطف اٹھا سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک

مومن کی نگاہ

تمام دنیا پر وسیع ہوتی ہے۔ اس کا دماغ روشن۔ اس کی عقل تیز اس کے حوصلے بلند۔ اس کی امنگیں شاندار اور اس کی خیال آرائیاں بہت اونچی ہوتی ہیں۔ مگر مجھے نہایت ہی افسوس سے معلوم ہوا۔ کہ جامعہ احمدیہ میں جو طلباء تعلیم پاتے ہیں۔ انہیں

کنوؤں کے مینڈکوں کی طرح

رکھا گیا ہے۔ ان میں کوئی وسعت خیال نہ تھی۔ ان میں کوئی شاندار امنگیں نہ تھیں اور ان میں کوئی روشن دماغی نہ تھی میں نے کرید کرید کر ان کے دماغ میں داخل ہونا چاہا۔ مگر مجھے چاروں طرف سے ان کے دماغ کا راستہ بند نظر آیا۔ اور مجھے معلوم ہوا۔ کہ سوائے اس کے کہ انہیں کہا جاتا ہے۔ وفات مسیح کی یہ یہ آیتیں رٹ لو۔ یا نبوت کے مسئلہ کی یہ دلیلیں یاد کر لو۔ انہیں اور کوئی بات نہیں سکھائی جاتی۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہمارا کام اتنا ہی ہے کہ کچھ لوگ خرابی کریں اور ہم اسے مٹا دیا کریں۔ گویا خدا کے پاس نعوذ باللہ

تعمیری کام

کوئی نہیں۔ اگر ہے تو تخریبی کام ہی ہے۔ اور پھر اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اگر چند مولوی یہ خیال نہ گھڑ لیتے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔ یا چند مولوی یہ خیال نہ پھیلا دیتے۔ کہ مسیح ناصری آسمان پر زندہ موجود ہیں تو نہ

مسیح موعود کی ضرورت

تھی۔ اور نہ سلسلہ احمدیہ کے قیام کی۔ گویا ہماری جماعت صرف چند مولویوں کے ڈھکوسلوں کو دور کرنے کے لئے دنیا میں قائم ہوئی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ اس سے زیادہ ذلیل اس سے زیادہ ادنیٰ اس سے زیادہ رسوا کن اور اس سے زیادہ

کمینہ خیال

بھی دنیا میں کوئی اور ہو سکتا ہے۔ پس یہ عالم ہیں۔ جنہیں جامعہ تیار کر رہا ہے۔ اور یہ مبلغ ہیں۔ جنہیں احمدیت کی تبلیغ کے لئے تعلیم دی جا رہی ہے۔ حالانکہ یہ ویسے ہی

مسجد کے ملنٹے

ہیں۔ جن کو مٹانے کے لئے یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔ میں نے عام طور پر لڑکوں سے سوال کر کے دیکھا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ کثرت سے طالب علم ایسے ہیں۔ جنہوں نے کبھی اخبار کو پڑھا ہی نہیں۔ کیا دنیا میں کبھی کوئی ڈاکٹر کام کر سکتا ہے۔ جسے معلوم ہی نہیں کہ مرضیں کون کون سی ہوتی ہیں۔ میں نے

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے۔ آپ راتوں کو بھی کام کرتے اور دن کو بھی کام کرتے اور

اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ

رکھتے۔ اسی تحریک کے دوران میں خود دانستہ برسے سے کر آج تک ۱۲ بجے سے پہلے میں کبھی نہیں سویا اور اخبار کا مطالعہ کرنا بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو میں نے اس طرح دیکھا ہے۔ کہ جب ہم سوتے اس وقت بھی آپ جاگ رہے ہوتے اور جب ہم جاگتے تو اس وقت بھی آپ کام کر رہے ہوتے۔ جب انہیں پتہ ہی نہیں۔ کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے تو وہ دنیا میں کام کیا کر سکتے ہیں۔ میں نے جس سے بھی سوال کیا۔ معلوم ہوا کہ اس نے اخبار کبھی نہیں پڑھا۔ اور جب بھی میں نے ان سے امنگ پوچھی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم تبلیغ کریں گے۔ اور جب سوال کیا کہ

کس طرح تبلیغ کرو گے

تو یہ جواب دیا۔ کہ جس طرح بھی ہو گا تبلیغ کریں گے۔ یہ الفاظ کہنے والوں کی ہمت تو بتاتے ہیں مگر عقل تو نہیں بتاتے الفاظ سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمت رکھتا ہے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ کہنے والے میں عقل نہیں اور نہ وسعت خیال ہے۔ جس طرح ہو گا تو سؤر کیا کرتا ہے۔ اگر سؤر کی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تو کس طرح حملہ کرے گا تو وہ یہی کہتا کہ جس طرح ہو گا کروں گا۔ بس سؤر کا یہ کام ہوتا ہے۔ کہ وہ سیدھا حملہ کرتا ہے۔ آگے نیزہ لے کر بیٹھو تو وہ نیزہ پر حملہ کر دے گا۔ بندوق لے کر بیٹھو تو

بندوق کی گولی

کی طرف دوڑتا چلا آئے گا۔ پس یہ تو سؤروں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے۔ اور عواقب کا کوئی خیال نہ کیا۔

حالانکہ دل میں ارادے یہ ہونے چاہئیں۔ کہ ہم نے دنیا میں کوئی

نیک اور مفید تغیر

کرنا ہے۔ مگر اس قسم کی کوئی امنگ میں نے نوجوانوں میں نہیں

دیکھی۔ اور اسی وجہ سے جتنے اہم اور ضروری کام ہیں۔ وہ اس

تبلیغی شعبہ

سے پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جماعت ترقی نہیں کرتی۔ حالانکہ مبلغ کا کام یہ ہے۔ کہ وہ دنیا میں ایک آگ لگا دے۔ جہاں جائے وہاں دیا سلائی لگائے۔ اور آگے چلا جائے۔ اگر مبلغ ایک جنگل کو صاف کرنے بیٹھے تو وہ اور اس کی نسلیں بھی ہزار سال میں ایک جنگل کو صاف نہیں کر سکتیں۔ لیکن اگر وہ سوکھی لکڑیوں اور پتوں وغیرہ کو اکٹھا کر کے دیا سلائی لگاتا چلا جائے۔ تو چند دنوں میں ہی تمام جنگل

راکھ کا ڈھیر

ہو جائے گا۔ پس مجھے نہایت ہی افسوس سے معلوم ہوا۔ کہ

مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کی تعلیم

نہایت ہی ناقص نہایت ہی ردی اور نہایت ہی ناپسندیدہ حالت میں ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ طالب علموں میں ایمان اور اخلاص نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ چنانچہ ایک طالب علم سے جب میں نے پوچھا۔ کہ تم یہ سمجھ لو۔ کہ ہم نے جس امداد کا وعدہ کیا ہے۔ ممکن ہے۔ اتنا بھی نہ دے سکیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ نے دے رہے ہیں یہ تو احسان ہے اللہ تعالیٰ کی قسم آپ اس وقت کہیں کہ چین چلے جاؤ۔ تو میں

نوکری ہاتھ میں لیکر

مزدوری کرتا ہوا روانہ ہو جاؤں گا۔ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ لڑکوں کی ذات میں اخلاص ہے۔ مگر یہ اخلاص استاد تو پیدا نہیں کرتے۔ یہ

ماحول کا نتیجہ

ہے۔ ورنہ جو کام استادوں کا ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوا وہ ہیرے میں گر بے کلٹے ہوئے۔ ہم نے مدرسہ اور جامعہ میں انہیں اس لئے بھیجا تھا۔ کہ تا وہ ہیرے ہمیں کاٹ کر بھیجے جائیں مگر وہ پھر کے ٹکڑے ہمارے پاس آ گئے۔ یہ ایک اتنی بڑی کوتاہی ہے کہ میں سمجھتا ہوں سینکڑوں طالب علم ہیں۔ جن کی زندگیاں تباہ کر دی گئیں۔ اور انہیں ملنٹے اور

مسجد کے کنگال مولوی

بنا دیا گیا ہے۔ نہ ان کے دماغوں میں کوئی تعمیری پروگرام ہے۔ نہ ان کی آنکھوں میں عشق ہے۔ اور نہ ان کے

سینوں میں سلگتی ہوئی آگ

ہے اگر آگ ہے تو دبی ہوئی۔ مگر دبی ہوئی آگ کیا فائدہ دے سکتی ہے۔ بند ایمان کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ وہی ایمان فائدہ دے سکتا ہے جو کھلا ہو اور ایمان جب کھلتا ہے۔ تو